ممتاز بھٹو سے لندن میں دلچسپ سوال و جواب

تحریر: سہیل احمد لون

لندن میں ہمارے سیاسی رہنماؤں کی آمد کا سلسلہ داتا دربار پر عقیدت مندوں جیسا سدا بہار ہے۔ ہاؤس آف کامنز کے 650 ممبر آف پارلیمنٹ اور ہاؤس آف لارڈز کے 818 پیئرز کی تعداد پر نظر ڈالی جائے تو ان میں پاکستانی نژاد سیاستدانوں کی نمائندگی کا تناسب بہت کم ہے۔ برطانیہ میں پاکستانی سیاستدانوں کا کثیر تعداد میں آنے کا اندازہ اس بات سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ میں پاکستانی نژاد سیاستدانوں کی تعداد کسی روز بھی مہمان سیاستدانوں سے زیادہ نہیں ہوئی۔ ان دنوں پاکستان کے سینئر سیاست دان ممتاز بھٹو برطانیہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جمعہ کے روز میری ان سے ایک غیر رسمی ملاقات وسطی لندن کے ایک ہوٹل میں ہوئی۔ اس موقع پر میرے ساتھی صحافی سید رضا نقوی بھی موجود تھے۔ ملک کے موجودہ سیاسی حالات پر بات چیت ہوئی اور ماضی کی چند یادیں بھی تازہ کیں گئیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہمارے دور میں سیاست دان کرپٹ نہیں تھا۔ آج سیاست ایک کاروبار بن چکی ہے جس میں آنے کا مقصد کرپشن کے ذریعے پیسہ بنانا ہوتا ہے۔ جنرل ضیاع الحق نے ملک میں دہشت گردی کا بیج بویا اور اس کے ساتھ سیاست میں کرپشن کو بھی متعارف کروایا۔ انہوں نے مجلس شوری کے ممبرز کو پانچ سے سات کروڑ کی رقمیں ان کا ضمیر خریدنے کے لیے بانٹیں جس کے بعد سیاستدانوں کی کرپشن کی وجہ سے حکومتیں بھی ختم کرنا پڑیں۔ آج عوام سڑکوں پر اپنے حقوق کے لیے احتجاجی مظاہرے کر رہی ہے مگر ان کی کسی کو پرواہ نہیں۔ کیونکہ ان کا مقصد عوام کی خدمت کرنا نہیں بلکہ مال بنانا ہے۔ اندرون سندھ میں پیپلز پارٹی نے 90% دھاندلی کی ہے، انتخابات کے دوران میں نے خود اپنے علاقوں کے دورے کیے اور دیکھا کہ کس طرح دروازے بند کر کے ٹھپے لگائے جاتے رہے ہیں۔ لوگ پنجاب میں دھاندلی کی باتیں کر رہے ہیں حالانکہ سندھ میں اس سے کہیں زیادہ دھاندلی ہوئی ہے۔ عوام میں پیپلز پارٹی مقبولیت کھو چکی ہے۔ اب لوگوں کو بھٹو کے نام پر مزید بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ زرداری کا سیاسی مستقبل بہت تاریک ہے۔ اب حالات یہ ہیں کہ باپ بیٹے کی آپس میں نہیں بن رہی۔ قائد تحریک الطاف حسین کے بارے میں جناب ممتاز بھٹو نے کہا کہ وہ تو اپنی جان بچا کر اتنے برسوں سے برطانیہ میں مزے کی زندگی گزار رہا ہے۔ حکومت کو اس کے بیانات کا سختی سے نوٹس لینا چاہیے اور برطانوی حکومت سے احتجاج کرنا چاہیے کہ ان کا شہری پاکستانی سیاست میں نہ صرف مداخلت کرتا ہے بلکہ ملک میں انتشار پھیلانے کی باتیں بھی کرتا ہے۔ ملک کے موجودہ حالات کا ذمہ دار انہوں نے سیاست دانوں کو قرار دیا، اُن کے مطابق مارشل لاز بھی انہیں کی نا اہلی کا نتیجہ تھے۔ ملک کی موجودہ سیاسی صورت حال کے بارے میں ممتاز بھٹو نے کہا اس بار بھی میاں نواز شریف اپنی آئینی مدت پوری کرتے دکھائی نہیں دیتے۔ اس بار ہو سکتا ہے کہ ان کو نکالنے کے لیے اعلی عدلیہ یا فوج کی ضرورت نہ پڑے بلکہ عوام کی طاقت ہی ان کے اقتدار کا خاتمہ کر دے۔ میاں صاحب کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ وہ قابل اعتبار شخص نہیں ہیں۔ ان کی جماعت کے ساتھ بھرے مجمعے میں انہوں نے وعدے کیے تھے مگر آج وہ اپنے وعدوں سے پھر چکے ہیں۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی کے وقت آپ کہاں تھے؟ تو انہوں نے

جواب میں ہمیں بتایا کہ ان کے بارے میں غلط افواہیں پھیلائیں گئیں کہ اس رات میں نے شادی کی اور جشن منایا۔ حالانکہ میں وہ شخص تھا جب بھٹو صاحب کو پھانسی ہوئی تو اکیلا جیل کے باہر کھڑا تھا۔ جب بھٹو کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا تو میں نے بذات خود شاہ فیصل، یاسر عرفات، کرنل قذافی اور شیخ زائد کو فون کیا۔ انہوں نے ضیاء الحق پر دباؤ ڈالا اور ہمیں تسلی دی اور یقین دلایا کہ بھٹو کو پھانسی نہیں ہوگی۔ بیگم بھٹو نے بھی یہ مشورہ دیا تھا کہ فارن دباؤ ہی ٹھیک ہے سڑکوں پر احتجاج کرنے سے بات کہیں ضد میں نہ چلی جائے۔ جب رات دو بجے مجھے بی بی سی کے نمائندے مارک ٹیلی کا فون آیا کہ اسے جیل میں کچھ غیر معمولی حرکات کا پتہ چلا ہے تو میں جب اس وقت کے وزیر داخلہ روئیداد خان کے پاس پہنچا تو اس نے مجھے بتایا کہ بھٹو کو پھانسی ہوگئی ہے اور ان کی لاش پاک فضائیہ کے جہاز کے ذریعے چکلالہ سے موہنجو دارو منتقل کی جارہی تھی جہاں سے گڑھی خدا بخش میں میرے والد کے حوالے کی جائے گی۔ جب ممتاز بھٹو سے پوچھا گیا کہ انہوں نے پیپلز پارٹی جیسی عوامی جماعت چھوڑ کر ایک چھوٹی سی لسانی جماعت کیوں بنائی تو انہوں نے کہا کہ بھٹو صاحب کے بعد محترمہ بینظیر نے مجھ سمیت وہ تمام افراد جو ان کے والد کے بہت قریب تھے انکو کارنر کردیا۔ ان کو ہمارے سیاسی قد کا اندازہ تھا اور وہ شاید ہماری موجودگی میں پارٹی کی قیادت کرنے میں آسانی محسوس نہیں کرتیں تھیں۔ آہستہ آہستہ ان کے گرد وہ لوگ جمع ہونے شروع ہوگئے جنہوں نے پیپلز پارٹی کو آج اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پیپلز پارٹی نے کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ زرداری کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اگر وہ کرپشن سے پاک ہے تو اس دنیا میں کوئی بھی ڈرٹی نہیں۔ اپنی سیاسی جماعت کے بارے میں بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کچھ اینکرز حضرات چلا ہوا کارتوس کہتے ہیں حالانکہ میرے پاس ایسے نوجوان موجود ہیں جو پڑھے لکھے بھی ہیں اور ایماندار بھی۔ مجھے کئی جماعتوں سے آفر بھی ہوئی ہے مگر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کر کے کچھ فیصلہ کروں گا۔ اگر میں نے تحریک انصاف جوائن کی تو اپنی ٹیم کے صلاح مشورے سے ہی کروں گا۔ انہوں نے کہا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت عمران خان ایسا لیڈر ہے جس کے پیچھے عوامی طاقت ہے اس بات سے کون انکار کرسکتا ہے کہ عوام اس سے پیار کرتی ہے۔ چار ماہ سے عوام اس کا بھرپور ساتھ دے رہی ہے جس کا مطلب ہے کہ عوام موجودہ حکومت سے مایوس ہے، عوامی طاقت خفیہ ہاتھوں سے زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے قبل ملکی تاریخ میں اتنے لمبے احتجاجی مظاہرے کبھی نہیں ہوئے حالات اتنے سنگین نہیں ہوتے تھے کہ فوج کنٹرول سنبھال لیتی تھی۔ اب عوام پھر فوج کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوگئی ہے۔ دنیا کی تاریخ اس چیز کو گواہ ہے کہ جب بھی دھرنے اور احتجاج ہوتے ہیں ان کے نتائج ضرور برآمد ہوتے ہیں۔ حکومت کب تک عدالتوں کے پیچھے چھپی رہے گی آخر اس کو گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ اس وقت کوئی ایسا لیڈر ہے جو ملک کو بہتری کی سمت لے جاسکے تو انہوں نے کہا کہ فی الحال تو کوئی نظر نہیں آتا۔ عوام کے لیے اپنے خصوصی پیغام میں انہوں نے کہا کہ ہم سیاستدانوں کو ملک لوٹنے کے مواقع فراہم کرنے میں آسانیاں پیدا نہیں کرنی چاہیں۔ ان کا راستہ ہموار کرنے میں ہمارا بھی ہاتھ ہے۔

ممتاز بھٹو، سید غوث علی شاہ اور کھوسہ صاحب جیسے سینئر سیاستدانوں نے ایک بات مشترک کی ہے کہ میاں نواز شریف قابل اعتبار شخص نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو میاں صاحب کی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا ان سے سیاسی الحاق کیے ہوئے ہیں۔ اگر یہ لوگ میاں صاحب کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں تو تحریک انصاف ان پر اعتبار کر کے کیسے مذاکرات کرنے کا سوچ سکتی ہے۔ خفیہ ہاتھ بھی میاں صاحب کا

اعتبار نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے ان کو بھی کئی بار ہاتھ کرانے کی کوشش کی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ دھرنا کب دھرن تخت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔اس وقت پیپلز پارٹی کے علاوہ بھی بہت سے سیاسی رہنما ہوا کا رخ دیکھ کر تحریک انصاف میں شمولیت کے لیے پر تول رہے ہیں۔ عمران خان کو اب باغیوں سے پرہیز ہی کرنا چاہیے کیونکہ باغی جب داغی ہونے کا فیصلہ کرلیں تو وہ سب لوگ بھی داغی ہو جاتے ہیں جنہوں نے داغی باغیوں پر اعتماد کیا ہوتا ہے۔پہلے عمران خان کے گرد ایک باغی پھر رہا تھا جو داغی ثابت ہوا اب بہت سے داغی منڈلا رہے ہیں جو کسی وقت باغی ثابت ہو سکتے ہیں۔شاید عمران کو جلد ہی اپنے پرانے بلکہ پھٹے پرانے ساتھیوں کی طرف ہی لوٹنا پڑے کہ ہر شے اپنی اصل کی طرف ہی لوٹتی ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

13/12/2014